

رسال و مسائل

سودا پرودہ طلاق اور مہر

(۸)

خاندان کی تنظیم [اصنافی میلان کو تمدن کے سنگ بنیاد یعنی خاندان کی تخلیق اور اس کے استحکام کا ذریعہ بنانے کے بعد، اسلام خاندان کی تنظیم کرتا ہے، اور یہاں بھی وہ پورے توازن کے ساتھ قانون فطرت کے تمام پہلوؤں کی دہری رعایت ملحوظ رکھتا ہے جو اپنے اوپر دیکھی ہے۔ عورت اور مرد کے حقوق متعین کرنے میں جس درجہ عدل و انصاف اس نے ملحوظ رکھا ہے، اس کی تفصیل ہم اس سے پہلے اپنے مضمون "حقوق الزوجین" میں بیان کر چکے ہیں اسکی طرف مراجعت کرنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دونوں صنفوں میں جس حد تک مساوات قائم کی جا سکتی تھی، وہ اسلام نے قائم کر دی۔ لیکن وہ اس مساوات کا قائل نہیں ہے جو قانون فطرت کے خلاف ہو۔ انسان ہونے کی حیثیت سے جیسے حقوق مرد کے ہیں ویسے ہی عورت کے ہیں۔ كُنْتُمْ جِثْلُ الْاَكْذَى عَلَيْهِنَّ۔ لیکن زوج فاعل ہونے کی حیثیت سے جو ذاتی فضیلت (یعنی عزت نہیں بلکہ مبینی غلبہ و تقدم) مرد کو حاصل ہے، وہ اس نے پورے انصاف کے ساتھ مرد کو عطا کی ہے۔ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرہ: ۲۸) اس طرح عورت اور مرد میں فاضل اور مفضول کا فطری تعلق تسلیم کر کے اسلام نے خاندان کی تنظیم حسب ذیل قواعد پر کی ہے :-

(۱) خاندان میں مرد کی حیثیت توام کی ہے، یعنی وہ خاندان کا حاکم ہے، محافظ ہے

اخلاق اور معاملات کا نگران ہے، اس کی بیوی اور بچوں پر اس کی اطاعت فرض ہے (بیشرطیکہ وہ اللہ اور رسول کی نافرمانی کا حکم نہ دے) اور اس پر خاندان کے لیے روزی کمانے اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا
فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا
أَنْفَعُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (النساء: ۶۷)۔
مرد عورتوں پر قوام ہیں اس فضیلت کی بنا پر جو اللہ
نے ایک کو دوسرے پر عطا کی ہے، اور اس بنا پر
کہ وہ ان پر (مہر و نفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ
کرتے ہیں۔

الرِّجَالُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِمْ
وَهُمْ مُسْتَمْسِكُونَ بِالْأَمْوَالِ الَّتِي
أَنْفَقُوا فِيهَا فَلا تَجْعَلْ مِنْ
دِئَارِكُمْ يَتَسَوِّا لِّلنِّسَاءِ
فَالَّذِي ظَلَمَ لِنَفْسِهِ أَنَّهُ
يَسْخَرُ مِنْهَا فَلا يَسْخَرُ مِنْهَا
اللَّهُ (النساء: ۶۷)۔
مرد اپنے بیوی بچوں پر حکمران ہے اور اپنی رعیت میں
اپنے عمل پر خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔
صالح بیویاں شوہروں کی اطاعت گزار اور اللہ
کی توفیق سے شوہروں کی غیبت میں کئے جانے والی کلموں کی تکلفاً
نہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت اپنے
شوہر کی مرضی کے خلاف گھرتی ہے تو آسمان
کا ہر فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور جن وانس کے
سوا ہر وہ چیز جن کا وہ گزرتی ہے، اس پر پھینکا بھیجتی ہے
تا وقتیکہ وہ واپس نہ ہو۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ
بَيْتِهَا وَرَوَّحَتْهَا كَارَهُ لِعَصَاكِلِ مَلَائِكَةِ
السَّمَاءِ وَكُلِّ شَيْءٍ مَرَّتَ عَلَيْهِ غَيْرِ النَّجْوَى
وَالنَّاسِ حَتَّى تَرْجِعَ لِكَيْفَ رَجَعَتْ (النساء: ۶۷)۔
قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا اخرجت المرأة من
بيتها وروحتها كاره لعصا كل ملائكة
السماء وكل شئ مررت عليه غير النجوى
والناس حتى ترجع لكيف رجعت (النساء: ۶۷)۔

وَاللَّتِي تَخَافُ نُفُوسَهُمْ فَأَعْلَنَ
وَأَصْرَبُوهُنَّ
فَإِنْ أَعْطَاكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا (النساء: ۶۷)۔
اور جن بچوں سے تم کو سرکشی و نافرمانی کا خوف ہو ان کو
نصیحت کرو (دہانیں تو) نوبل لگا ہوں میں ان سے کہ
تعلق کرو (پھر بھی باز نہ آئیں تو) مارو پھر اگر وہ تمہاری
اطاعت کریں تو ان پر زیادتی کرنے کیلئے کوئی بہانہ نہ بناؤ۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَارِ شَادِبَةٍ كَيْتُ شَخْصٍ فَذَكَرَ
 (سردارہ احمد من حدیث معاذ) وَاطَاعَتُهُ
 فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ (سردارہ احمد من حدیث
 عمران بن حصین) إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ
 (بخاری کتاب الاحکام)۔
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص خدا کی
 اطاعت نہ کرے اس کی اطاعت نہ کی جائے۔
 اللہ کی نافرمانی میں کسی شخص کی فرمانبرداری
 نہیں کی جاسکتی۔ فرمانبرداری صرف امر معروف
 میں ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنًا
 فَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِنِي مَائِنَسَ
 لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (التكوت: ۱۶)
 اور ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین
 ساتھ ادب سے پیش آئے لیکن اگر وہ تجھ کو حکم دیں کہ
 میرے ساتھ کوئی شریک ٹھہرائے جس کے لیے تیرے
 پاس کوئی دلیل ہی نہیں ہے تو اس باپ میں ان کی اطاعت نہ کر۔

اس طرح خاندان کی تنظیم اس طور پر کی گئی ہے کہ اس کا ایک سردھرا اور صاحب
 امر ہو۔ جو شخص اس نظم میں خلل ڈالنے کی کوشش کرے اس کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 یہ وعید ہے کہ

مَنْ أَفْسَدَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا فَلَيْسَ مِنَّا
 (كشفت الغمّة)
 جو کوئی کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف نافرمانی
 آدہ کرے اس کا ہم سے کچھ تعلق نہیں۔

(۲) اس تنظیم میں عورت کو گھر کی ملکہ بنایا گیا ہے۔ سب مال کی ذمہ داری اس کے شوہر
 پر ہے، اور اس مال سے گھر کا انتظام کرنا اس کا کام ہے۔

المرأة راعية على بيت زوجها
 (بخاری باب الفکرم والیکرم نازاً)۔ وہ ہے۔

(۳) اولاد پر باپ کے بعد ماں کا ادب اور اس کی اطاعت فرض ہے :-

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَلَّةً
أُمَّهُ وَهَنًا عَلَىٰ ذَهَبٍ وَفِصْلَةٌ فِي
عَامَتَيْنِ (النم: ۷)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے حق میں
ادب و اطاعت کی تاکید کر دی ہے۔ اس کی بہن
نے اس کو چھٹکے پر چھٹکے اٹھ کر پیٹ میں رکھا پھر

دو سال کے بعد وہ ماں کی چھاتی سے جدا ہوا۔

(۴) عورت کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کیا گیا ہے جو بیرون خانہ کے امور سے تعلق

رکھتے ہیں، مثلاً۔

اس پر نماز جمعہ واجب نہیں (ابوداؤد۔ باب الجمعة للمملوك والمرأة)۔

اس پر جہاد بھی فرض نہیں اگرچہ بوقت ضرورت وہ مجاہدین کی خدمت کے لیے

جا سکتی ہے جیسا کہ آگے چل کر تحقیق بیان ہو گا۔

اس کے لیے جنازوں کی شرکت بھی ضروری نہیں بلکہ اس سے روکا گیا ہے (بخاری

باب اتباع النساء الجنائز)۔

اس پر نماز باجماعت اور مسجدوں کی حاضری بھی لازم نہیں کی گئی۔ اگرچہ چند

پابندیوں کے ساتھ مسجدوں میں آنے کی اجازت ضرور دی گئی ہے لیکن اس کو پسند

نہیں کیا گیا (ابوداؤد۔ باب ما جاء في خروج النساء الى المساجد)۔

اس کو محرم کے بغیر سفر کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ (ترمذی۔ باب ما جاء

في كراهية ان تسافر المرأة وحدها)۔ ابوداؤد باب في المرأة تمح بنير محرمة۔

غرض طرہیقہ سے عورت کے گھر سے نکلنے کو ناپسند کیا گیا ہے اور اس کے لیے

قانون اسلامی میں پسندیدہ صورت یہی ہے کہ وہ گھر میں رہے و قون فی بون بکن (تم اپنے گھر میں

لے بیٹھ لوگ کہتے ہیں کہ چمک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے یہ فقہ حنفیہ کا عقیدہ ہے ۶۴

قانون میں کافی نجائش رکھی گئی ہے :-

قد اذن الله لکن ان تخرجن نحو الحجکن
 دنجاری باب خروج النساء نحو الحجکن فی هذا العوض
 و الطبیح المسلم باب ایضا تخرج النساء لقضاء حاجۃ النساء
 اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اجازت دی ہے
 کہ تم اپنی مندروریات کے لیے گھر سے
 نکل سکتی ہو۔

مگر اس قسم کی اجازت جو محض حالات اور ضروریات کی رعایت سے دی گئی ہے،
 اسلامی نظام معاشرت کے اس قاعدہ میں ترمیم نہیں کرتی کہ عورت کا دائرہ عمل اس کا گھر
 ہے۔ یہض ایک دست اور رخصت ہے اور اس کو اسی حیثیت میں رہنا چاہیے۔

(۵)۔ بانع عورت کو اپنے ذاتی معاملات میں کافی آزادی بخشی گئی ہے، مگر اس کو اس
 حد تک خود اختیاری عطا نہیں کی گئی جس حد تک بانع مرد کو عطا کی گئی ہے مثلاً۔

مرد اپنے اختیار سے جہاں چاہے جا سکتا ہے لیکن عورت خواہ کنواری ہو یا شادی
 شدہ یا بیوہ، ہر حال میں ضرورت ہے کہ سفر میں اس کے ساتھ ایک محرم ہو۔

لا یجوز لامرأة تو من بالله والیوم الآخر
 ان تسافر سفراً یكون ثلثة ايام فصاعداً
 الا ومعها ابوها او اخوها او زوجها
 او ابیها او ذوو محرم منھا۔
 کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان
 رکھتی ہو یہ حلال نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زیادہ
 کا سفر کرے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا باپ
 یا بھائی یا شوہر یا بیٹا یا کوئی اور محرم مرد ہو۔

وعن ابی ہریرہ عن النبی صلعم انه
 قال لا تسافر المرأة مسیرة یوم و لیلۃ
 الا و معھا محرم و العمل علی هذا
 اهل العلم (ترمذی) اجابانی کراہتہ ان نزلت المرأة
 اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم سے یہ ہے کہ حضور نے فرمایا عورت ایک دن
 رات یا سفر نہ کرے جب تک کہ اس کے ساتھ
 کوئی محرم مرد نہ ہو۔

وعن ابی ہریرۃ ایضاً انه صلعم قال
لا یحل لامرأة مسلمة تسافر مسیرة
لیلة الا ومعها رجل ذو حرمة معها
ابوداؤد۔ باب فی المرأة تجز بغير محرم) ساتھ ایک محرم مرد نہ ہو۔

ان روایات میں جو اختلاف مقدار سفر کی تعیین میں ہے وہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ دراصل ایک دن یا دو دن کا سوال اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ اہمیت صرف اس امر کی ہے کہ عورت کو تنہا نقل و حرکت کرنے کی ایسی آزادی نہ دی جائے جو موجب فتنہ ہو۔ اسی لیے حضور نے مقدار سفر معین کرنے میں زیادہ اہتمام نہ فرمایا، اور مختلف حالات میں وقت اور موقع کی رعایت سے مختلف مقدار میں ارشاد فرمائیں۔

مرد کو اپنے نخل کے معاملہ میں پوری آزادی حاصل ہے۔ مسلمان یا کاتبیہ عورتوں میں سے جس کے ساتھ چاہے وہ نخل کر سکتا ہے، اور لونڈی بھی رکھ سکتا ہے لیکن عورت اس معاملہ میں کلیتہً خود مختار نہیں ہے۔ وہ کسی غیر مسلم سے نخل نہیں کر سکتی :-

لاهنَّ جِلٌّ كَهْمُرٍ وَلَا هُمْ يَحْتَوْنَ بَهْنًا
کہ المتضمنہ

وہ اپنے فلام سے بھی تمع نہیں کر سکتی۔ قرآن میں جس طرح مرد کو لونڈی سے تمع کی اجازت دی گئی ہے اس طرح عورت کو نہیں دی گئی۔ حضرت عمر کے زمانہ میں ایک عورت نے ماہی کی مملکت ایمانکم کی غلطی سے تمع کیا تھا۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ معاملہ صحابہ کی مجلس شوریٰ میں پیش کیا اور سب نے بالاتفاق فتویٰ دیا کہ قبمھا اللہ تاؤلت کتاب اللہ غیر تاؤیلہ (اس نے کتاب اللہ کو غلط معنی پہنائے) ایک عورت نے حضرت عمر سے ایسے ہی فعل کی اجازت مانگی تو آپ نے اس کو سخت سزا دی اور فرمایا ان تزل القرآن

بغیر ممانعت لساؤھا۔ عَرَب کی بھلائی اسی وقت تک ہے جب تک اس کی عورتیں محفوظ ہیں۔ (کشف الغمہ للشعرانی)۔

غلام اور کافر کو چھوڑ کر آزاد اور اسلام میں سے عورت اپنے لیے شوہر کا انتخاب کر سکتی ہے، لیکن اس معاملہ میں بھی اس کے لیے اپنے باپ دادا بھائی اور دوسرے اولیاء کی رائے کا لحاظ کرنا ضروری ہے مگر چچا اولیاء کو یہ حق نہیں کہ عورت کی مرضی کے خلاف کسی سے اس کا نکاح کریں، کیونکہ ارشاد نبوی ہے کہ الایعرا حق بنفسہا من ولیہا اور لا یتنکح البکر حتی تستاذن، مگر عورت کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنے خاندان کے ذمہ دار مردوں کی رائے کے خلاف جس کے ساتھ چاہے نکاح کر لے۔ اسی لیے قرآن مجید میں جہاں مرد کے نکاح کا ذکر ہے وہاں نکح ینکح کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی نکاح کر لینے کے ہیں، مثلاً وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ اور فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ۔ مگر جہاں عورت کے نکاح کا ذکر آیا ہے وہاں باب افعال سے انکاح کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی نکاح کر دینے کے ہیں مثلاً وَأَنْكِحُوا الْأَكْيَامَ مِنْكُمْ (النور: ۳۲) اور وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ تُوَافَقُوا (تبرہ: ۲۷) اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح شادی شدہ عورت اپنے شوہر کی تابع ہے اسی طرح غیر شادی شدہ عورت اپنے خاندان کے ذمہ دار مردوں کی تابع ہے، اور یہ تابعیت اس معنی میں نہیں ہے کہ اس کے لیے ارادہ و عمل کی کوئی آزادی نہیں، یا اپنے معاملہ میں کوئی اختیاء نہیں، بلکہ اس معنی میں ہے کہ نظام معاشرت کو اختلال و برہمی سے محفوظ رکھنے اور خاندان کے اخلاق و معاملات کو اندرونی و بیرونی فتنوں سے بچانے کی ذمہ داری مروجہ ہے، اور اس نظم کی خاطر عورت پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ جو شخص اس نظم کا ذمہ دار ہو اس کی اطاعت کرے خواہ وہ اس کا شوہر ہو، یا باپ یا بھائی۔

عورت کے حقوق | اٹلسج اسلام نے بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ کو ایک فطری حقیقت تسلیم کرنے کے بعد لِلرِّجَالِ عَلَيْهِمْ دَرَجَةٌ کی ٹھیک ٹھیک تسمین کر دی ہے۔ عورت اور مرد میں حیاتیات اور نفسیات کے اعتبار سے جو فرق ہے اس کو وہ بعینہ قبول کرتا ہے۔ جتنا فرق ہے اسے جوں کا توں برقرار رکھتا ہے۔ جیسا فرق ہے اسی کے لحاظ سے ان کے مراتب اور وظائف مقرر کرتا ہے۔

اس کے بعد ایک اہم سوال عورت کے حقوق کا ہے۔ ان حقوق کی تسمین میں اسلام نے تین باتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔

ایک یہ کہ مرد کو جو حاکمانہ اختیارات محض نظمِ عائلی کی خاطر دیے گئے ہیں ان سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ ظلم نہ کر سکے، اور ایسا نہ ہو کہ تابع و متبوع کا تعلق عملاً لونڈی اور آقا کا تعلق بن جائے۔

دوسرے یہ کہ عورت کو ایسے تمام مواقع بہم پہنچائے جائیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظامِ معاشرت کے حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے اور تعمیر تمدن میں اپنے حصے کا کام بہتر سے بہتر انجام دے سکے۔

تیسرے یہ کہ عورت کے لیے ترقی اور کامیابی کے بلند سے بلند درجوں تک پہنچنا ممکن ہو، مگر اس کی ترقی اور کامیابی جو کچھ بھی ہو عورت ہونے کی حیثیت سے ہو۔ مرد بنانا تو اس کا حق ہے نہ مردانہ زندگی کے لیے اس کو تیار کرنا اس کے اور نظامِ تمدن کے لیے مفید ہے، اور نہ مردانہ زندگی میں وہ کامیاب ہو سکتی ہے۔

مذکورہ بالا تینوں امور کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھ کر اسلام نے عورتوں کو جیسے وسیع تمدنی و معاشی حقوق دیے ہیں اور عزت و شرف کے جو بلند مراتب عطا کیے ہیں اور

ان حقوق اور مراتب کی حفاظت کے لیے اپنی اخلاقی اور قانونی ہدایات میں صبی پاندر ضمانتیں مہیا کی ہیں ان کی نظیر دنیا کے کسی قدیم و جدید نظام معاشرت میں نہیں ملتی۔

(۱) سب سے اہم اور ضروری چیز جس کی بدولت تمدن میں انسان کی منزلت قائم ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی منزلت کو برقرار رکھتا ہے، وہ اس کی معاشی حیثیت کی مضبوطی و اسلام کے سوا تمام قوانین عورت کو معاشی حقوق سے قطعاً محروم کر دیا ہے اور یہی معاشی بے بسی معاشرت میں عورت کی غلامی کا سب سے بڑا سبب بن گئی ہے۔ یورپ نے اس حالت کو بدلنا چاہا، مگر اس طرح کہ عورت کو ایک کمانے والا بنا دیا۔ یہ ایک دوسری اور عظیم تر خرابی کا سبب بن گیا۔ اسلام بیچ کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ عورت کے ورثت کے نہایت وسیع حقوق دیتا ہے۔ باپ کے شوہر سے، اولاد سے اور دوسرے قری رشتہ داروں سے ورثت ملتی ہے نیز شوہر سے اسکو مہر بھی ملتا ہے، اور ان تمام ذرائع سے جو کچھ مال اس کو پہنچتا ہے اس میں آقبض و تصرف کے پورے حقوق اسے دیے گئے ہیں جن میں منحلّت کرنے کا اختیار نہ اس کے باپ کو حاصل ہے نہ شوہر کو نہ کسی اور کو اور ان کے علاوہ اگر وہ کسی تجارت میں روپیہ لگا کر یا خود محنت کر کے کچھ کمائے تو اسکی مالک بھی کلیتہً وہی ہے۔ اور ان سب کے باوجود اس کا نفقہ ہر حال میں اسکے شوہر پر واجب ہے بیوچہ کتنی ہی مالدار ہو اس شوہر کے نفقہ سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا اس طرح اسلام میں عورت کی معاشی حیثیت اتنی مستحکم ہو گئی ہے کہ بسا اوقات وہ مرد سے زیادہ بہتر حال میں ہوتی ہے۔

(۲) عورت کو شوہر کے انتخاب کا پورا حق دیا گیا ہے اسکی مرضی کے خلاف یا اسکی رضامندی کے بغیر شخص اسکا نکاح نہیں کر سکتا اور اگر وہ خود اپنی مرضی سے کسی مسلم کیساتھ نکاح کرے تو کوئی اسکو روک نہیں سکتا اگر اسکی نظر انتخاب کسی ایسے شخص پر پڑے جو اس خاندان کے مرتبہ (Social Status) گئے ابو اہو تو صرف لے وراثت میں عورت کا حصہ مرد کے مقابلہ میں نصف لگایا ہی اسکی وجہ یہ کہ عورت کو نفقہ اور دیگر کے حقوق حاصل ہیں جن مرد کو نہیں ہوتے اور عورت کا نفقہ صرف اسکے شوہر پر واجب ہے بلکہ شوہر نہ ہو بھی عورتیں بچپائی میں یا دوسرے اور ایسا کی نکاحات واجب ہوتی ہے پس عورت کا وہ ذمہ داریاں نہیں ہیں جو مرد پر ہیں، تو وراثت میں اس کا حصہ بھی وہ نہ ہونا چاہیے جو مرد کا ہے۔

میں اس کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

(۳) ایک ناپسندیدہ یا ظالم یا ناکارہ شوہر کے مقابلہ میں عورت کو طلع اور فسخ و تفریق کے وسیع حقوق دئے گئے ہیں۔

(۴) شوہر کو بیوی پر جو اختیارات اسلام نے عطا کیے ہیں ان کے استعمال میں حسن سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کی ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: **وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** (عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو)۔ اور **وَلَا تَسْوَأُوا الْفُضْلَ بَيْنَكُمْ** (اور آپس کے تعلقات میں فیاضی کو نہ بھول جاؤ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **خياركم خياركم لبسائهم** (بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے لباس پہنیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ لطف اور مہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں) یہ محض اخلاقی ہدایات ہی نہیں ہیں، اگر شوہر اپنے اختیار اکیلے استعمال میں ظلم سے کام لے تو عورت کو قانون سے مدد لینے کا حق بھی حاصل ہے۔

(۵) بیوہ اور مطلقہ عورتوں اور ایسی تمام عورتوں کو جن کے نخل از روئے قانون فسخ کیے گئے ہوں یا جن کو حکم تفریق کے ذریعہ سے شوہر سے جدا کیا گیا ہو نخل ثانی کا غیر مشروط حق دیا گیا ہے اور اس امر کی تصحیح کو گنجی ہے کہ ان پر شوہر سابق یا اس کے کسی رشتہ دار کا کوئی حق باقی نہیں رہتا ہے جو آج تو اور امر بچہ کے بیشتر ممالک میں بھی عورت کو نہیں ملا ہے۔

(۶) دیوانی اور فوجداری کے قوانین میں عورت اور مرد کے درمیان کامل مساوات قائم کی گئی ہے۔ جان و مال اور عزت کے تحفظ میں اسلامی قانون عورت اور مرد کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتا۔

(۷) عورتوں کو دینی اور دنیوی علوم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ ان کی تعلیم و تربیت کو اسی قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جس قدر مردوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہے۔ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے دین و اخلاق کی تعلیم جس طرح مرواحل کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی کرتی تھیں۔ آپ نے ان کے لیے اوقات معین فرمادیے تھے جن میں وہ آپ سے علم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتی تھیں۔ آپ کی ازواج مطہرات، اور خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہ صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی بھی معلمہ تھیں اور بڑے بڑے صحابہ و تابعین ان سے حدیث تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اشراف تو درکنار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں تک علم اور ادب سکھانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ

ایما رجل کانت عنده ولیدة فعلمها
فاحسن تعلیمها وادبها فاحسن تادیبها
تعلیم وادب اور عمدہ تہذیب و تالیف سکھانے کا حکم ہے، پھر اس کو
ثراعتھا و تزوجھا فلا اجران (بخاری کتاب النکاح) آزاد کر کے اس کی شادی کر لے اس کے لیے دو ہزار اجر ہے
پس جہاں تک نفس تعلیم و تربیت کا تعلق ہے، اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان
کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے۔ البتہ نوعیت میں فرق ضروری ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے عورت کی
صحیح تعلیم و تربیت وہ ہے جو اس کو ایک بہترین بیوی بہترین ماں اور بہترین گھر والی بنائے۔
اس کا دائرہ عمل گھر ہے اس لیے خصوصیت کے ساتھ اس کو ان علوم کی تعلیم دی جانی چاہیے۔
جو اس دائرے میں اُسے زیادہ سے زیادہ مفید بنا سکتے ہوں و مزید برآں وہ علوم بھی اس
لئے ضروری ہیں جو انسان کو انسان بنانے والے اور اس کے اخلاق کو سنوارنے والے اور اس
کی نظر کو وسیع کرنے والے ہیں۔ ایسے علوم اور ایسی تربیت سے آراستہ ہونا تو ہر مسلمان
عورت کے لیے لازم ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی عورت غیر معمولی عقلی و ذہنی استعداد رکھتی
ہو، اور ان علوم کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کرنا چاہے تو اسلام کی
راہ میں مزاحم نہیں ہے، بشرطیکہ وہ ان حدود سے تجاوز نہ کرے جو شریعت نے عورتوں کے لیے

مقرر کیے ہیں۔

یہ تو صرف معاشی اور تمدنی حقوق ہیں۔ ان سے اُس احسانِ عظیم کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا جو اسلام نے عورت پر کیا ہے۔ انسانی تمدن کی پوری تاریخ اس پر گواہ ہے کہ عورت کا وجود دنیا میں ذلت، شرم اور گناہ کا وجود تھا۔ بیٹی کی پیدائش باپ کے لیے سخت عیب اور موجب ننگ و عار تھی۔ مصاہرت کے رشتے ذیل رشتے سمجھے جاتے تھے، حتیٰ کہ سرے اور سائے کے الفاظ اسی جاہلی تخیل کے قوت آج تک گلابی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ بہت سی قوموں میں اسی ذلت سے بچنے کے لیے لڑکیوں کو قتل کر دینے کا رواج ہو گیا تھا۔ جہلاً تو درکنار علما اور مشوایانِ مذہب تک میں مدتوں یہ سوال زیر بحث رہا کہ آیا عورت انسان بھی ہے یا نہیں؟ اور خدا نے اس کو روح بخشی ہے یا نہیں؟ ہندو مذہب میں ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لیے بند تھا۔ بوڈو میں عورت سے تعلق رکھنے والے کے لیے زوان کی کوئی صورت نہ تھی۔ سیت اور یہودیت کی نگاہ میں عورت ہی انسانی گناہ کی بانی مابانی اور ذمہ دار تھی۔ یونان میں گھر والیوں کے لیے حکم تھا نہ تہذیب و ثقافت تھی اور نہ حقوقِ دینیت۔ یہ چیزیں جس عورت کو ملتی تھیں وہ زہری ہوتی تھی۔ روم اور ایران اور چین اور مصر اور تہذیبِ انسانی کے دوسرے مرکزوں کا حال

۱۔ قرآن اس جاہلی ذہنیت کو نہایت بلند انداز میں بیان کرتا ہے :-

وَإِذْ ابْتَلَا حَذَّ هَسْرًا لَأَنْتَىٰ خَلْدٍ وَجَعَلَهُ
مُسَوِّدًا وَهُوَ كَظِيمٌ يَا سَامِيُّ مِنَ الْقَوْمِ
مِنْ سَوْرٍ مَا بَشَّرْتَهُ بِهٖ اٰیٰتِنَا سِوٰةَ عَلٰی هُوْنٍ
اَمْرٍ يُّدْسُوْهُ فِى الْبَشْرٰبِ (النحل: ۷)

اور جب ان میں سے کسی کو مینی پیدا ہونے کی خبر
دی جاتی ہے تو اس کے چہرہ پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ
زہر کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ اس خبر سے جو شرم کا
داغ اس کو لگ گیا ہے اس کے باعث لوگوں سے

چھپا چھپا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت کے ساتھ مینی کو لیے رہوں یا نہیں میں دبا دوں۔

بھی قریب قریب ایسا ہی تھا۔ صدیوں کی مظلومی و محکومی اور عالمگیر حقارت کے برتاؤ نے خود عورت کے ذہن سے بھی عزت نفس کا احساس مٹا دیا تھا۔ وہ خود بھی اس امر کو محسوس گئی تھی کہ دنیا میں وہ کوئی حق لے کر پیدا ہوئی ہے یا اس کے لیے بھی عزت کا کوئی مقام ہے۔

مرد اس پر ظلم و ستم کرنا اپنا حق سمجھتا تھا، اور وہ اس ظلم کو سہنا اپنا فرض جانتی تھی۔ علما نہ ذہنیت اس حد تک اس میں پیدا کر دی گئی تھی کہ وہ فخر کے ساتھ اپنے آپ کو شوہر کی "داسی" کہتی تھی، "پٹنی" دتا" اس کا دہرم تھا، اور پتی ورتا کے معنی یہ تھے کہ شوہر اس کا مہبود اور دیوتا ہے۔

اس ماحول میں جس نے نہ صرف قانونی اور عملی حیثیت سے بلکہ ذہنی حیثیت سے بھی ایک انقلاب عظیم برپا کیا وہ اسلام ہے۔ اسلام ہی نے عورت اور مرد دونوں کی ذہنیتوں کو بڑا ہے۔ عورت کی عزت اور اس کے حق کا تحویل ہی انسان کے دماغ میں اسلام کا پیدا کیا ہوا ہے۔

آج حقوق نسوان اور تعلیم نسوان اور بیداری انماث کے جو الفاظ آپ سن رہے ہیں، یہ سب اسی انقلاب انجیز صدی کی بازگشت ہیں جو سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بلند ہوئی تھی، اور جس نے انکار انسانی کا رخ ہمیشہ کے لیے بدل دیا۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو بتایا کہ عورت بھی ویسی ہی انسان ہے جیسا مرد ہے۔

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا
ذَوْجًا. (النار - ۱۱)۔
اس کے جوڑے کو پیدا کیا۔

خدا کی نگاہ میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں :-

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ
نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبْنَ (النار - ۵)۔
مرد جیسے عمل کریں ان کے لیے ان کا حصہ ہے اور
عورتیں جیسے عمل کریں ان کے لیے ان کا حصہ۔

ایمان اور عمل صالح کے ساتھ روحانی ترقی کے جو درجات مرد کو مل سکتے ہیں وہی

عورت کے لیے بھی کھلے ہوئے ہیں۔ مرد اگر ابراہیم ادہم بن سکتا ہے تو عورت کو بھی رابلہ بچہ بننے سے کوئی شے نہیں روک سکتی۔

أَفِي كَأَضْيَعِ عَمَلٍ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذِكْرِ
يَا أَيُّهَا النَّاسُ بُغْضُكُمْ مِّنْ بَعْضِكُمْ
مِثْلُ الْكُفْرَانِ ۚ

میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہ کروں گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کی عین ہو۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ
أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ
الْجَنَّةَ وَلَا يُظَلَّمُونَ فِيهَا (النساء - ۱۱۸)

اور جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، مگر جو ایمان دار، تو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر رتی برابر ظلم نہ ہوگا۔

پھر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، جنہوں نے مرد کو بھی خبردار کیا، اور عورت میں بھی یہ احساس پیدا کیا کہ جیسے حقوق عورت پر مرد کے ہیں ویسے ہی مرد پر عورت کے ہیں۔

لَمْ يَنْ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (البقرہ - ۲۲۸)

عورت پر جیسے فرائض ہیں ویسے ہی اسکے حقوق بھی ہیں۔

پھر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ہے جس نے ذلت اور عار کے مقام سے اٹھا کر عورت کو عزت کے مقام پر پہنچایا۔ وہ حضور ہی ہیں جنہوں نے باپ کو بتایا کہ بیٹی کا وجود تیرے لیے ننگ نہیں ہے بلکہ اس کی پرورش اور اس کی حق رسانی تجھے جنت کا مستحق بناتی ہے۔

مِنْ عَالٍ جَارِيَتَيْنِ حَتَّىٰ تَبْلُغَا جَاءَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ

جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغ کو پہنچ گئیں، تو قیامت کے روز میں اور وہ اس طرح آئیں گے جیسے میرے ہاتھ کی یہ دو انگلیاں

(مسلم کتاب ابوابہ السنۃ والادب)

ساتھ ساتھ ہیں۔

مِنْ ابْتَلَىٰ مِنَ الْبَنَاتِ بَشِيْرًا فَاَحْسَنَ
جس کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ اچھی طرح

إِلَيْهِمْ كُنْ لَهُ سَعْيًا مِنَ النَّارِ (مسلم کن بکریہ) ان کی پرورش کرے تو یہی لڑکیاں اس کے لیے
دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔

حضور ہی نے شوہر کو بتایا کہ نیک بیوی تیرے لیے دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہے۔
خَيْرٌ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ (نسائی) دنیا کی نعمتوں میں بہترین نعمت نیک عورت
کتاب النکاح)۔ ہے۔

حُبُّ الْحَيِّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءِ وَالطَّيِّبِ وَجَعَلَ قِرَّةَ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ (نسائی) اور خوشبو ہے اور ریسری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز
دنیا کی چیزوں میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ میں ہے۔
کتاب عشرة النساء)۔

لَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ أَفْضَلُ مِنَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ (ابن ماجہ کتاب النکاح) دنیا کی نعمتوں میں کوئی چیز صالح عورت سے بہتر
نہیں ہے۔

حضور نے بیٹے کو بتایا کہ خدا اور رسول کے بعد سب سے زیادہ عزت اور قدرو
منزلت اور حسن سلوک کی مستحق تیری ماں ہے۔

سَأَلَ رَجُلٌ بَارِسُوعَ اللَّهِ مِنْ أَحَقِّ بِحَسَنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ
مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ (بخاری کتاب اللادب) ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ مجھ پر جن سلوک کا
سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا تیری ماں کا اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں؟ اس نے پوچھا
پھر کون؟ فرمایا تیری ماں؟ اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عَقُوقَ الْأُمَّهَاتِ (بخاری کتاب اللادب) اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام
کر دی ہے۔

حضور ہی نے انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ جذبات کی فراوانی، اور حیات کی نزاکت، اور انتہا پسندی کی جانب میل و انعطاف عورت کی فطرت میں ہے۔ اسی فطرت پر اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے اور یہ انوثت کے لیے عیب نہیں اس کا حسن ہے۔ ہم اس سے جو کچھ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہو اس فطرۃ پر قائم رکھ کر اٹھا سکتے ہو۔ اگر اس کو اپنی طرح سیدھا اور سخت بنانے کی کوشش کر دگے تو اسے توڑ دو گے۔ المرأة كالضلع ان اقمھا کسر تھا وان استمعتھا استمعت بھا و فیھا عوج (بخاری - باب مدارات النساء)

اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلے اور درحقیقت آخری شخص ہیں جنہوں نے عورت کی نسبت نہ صرف مرد کی، بلکہ خود عورت کی اپنی ذہنیت کو بھی بدل دیا اور جاہلی ذہنیت کی جگہ ایک نہایت صحیح ذہنیت پیدا کی جس کی بنیاد جذبات پر نہیں بلکہ خالص عقل اور علم پر تھی۔ پھر اپنے باطنی اصلاح ہی پر اکتفا نہ فرمائی بلکہ قانون کے ذریعہ سے عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور مردوں کے ظلم کی روک تھام کا بھی انتظام کیا اور عورتوں میں اتنی بیداری پیدا کی کہ وہ اپنے جائز حقوق کو سمجھیں اور ان کی حفاظت کے لیے قانون سے مدد لیں۔ سرکار رسالت مآب کی ذات میں عورتوں کو ایک ایسا جیم و شفیع حامی اور ایسا زبردست محافظ مل گیا تھا کہ اگر ان پر ذرا سی بھی زیادتی ہوتی تو وہ شکایت لے کر بے تکلف حضور کے پاس دوڑ جاتی تھیں، اور مرد اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کو شکایت کا موقع نہ مل جائے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان ہے کہ جب تک حضور زندہ رہے ہم اپنی عورتوں سے بات کرنے میں احتیاط کرتے تھے کہ مبادا ہمارے حق میں کوئی حکم نازل نہ ہو جائے جب حضور نے وفات پائی تب ہم نے مکمل کر بات کرنی شروع کی (بخاری باب الوصایۃ بالنساء)۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور نے بیویوں پر دست درازی کرنے کی عام مخالفت فرمادی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمر نے شکایت کی کہ

عورتیں بہت شوخ ہو گئی ہیں۔ ان کو مطیع کرنے کے لئے مارنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ آپ نے اجازت دیدی۔ لوگ نہ معلوم کب سے بھرے بیٹھے تھے۔ جس روز اجازت ملی اسی روز ستر عورتیں اپنے گھروں میں بیٹھی گئیں۔ دوسرے دن کا شانہ نبوی پر فریادی عورتوں کا ہجوم ہو گیا۔ سرکار نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

لقد طاف اللیلة بال محمد سبعون
 آج محمد کے گھر والوں کے پاس ستر عورتوں نے
 امرأة كل امرأة تشتكى زوجها فلا
 چکر لگایا ہے۔ ہر عورت اپنے شوہر کی شکایت
 تجدون اولئک خیارکم۔
 کر رہی تھی جن لوگوں نے یہ حرکت کی ہے وہ تم
 ہرگز اچھے لوگ نہیں ہیں۔

اسی اخلاقی اور قانونی اصلاح کا نتیجہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی میں عورت کو وہ بلند حیثیت حاصل ہوئی جس کی نظیر دنیا کی کسی سوسائٹی میں نہیں پائی جاتی۔ مسلمان عورت دنیا اور دین میں مادی، عقلی اور روحانی حیثیات سے عزت اور ترقی کے اُن بلند سے بلند مدارج تک پہنچ سکتی ہے جن تک مرد پہنچ سکتا ہے، اور اس کا عورت ہونا کسی مرتبہ میں بھی اس کی راہ میں حارج نہیں ہے۔ آج اس بیویں صدی میں بھی دنیا اسلام سے بہت پیچھے ہے اور افکار انسانی کا ارتقا اب بھی اس تمام کسپٹن پہنچا ہے جس پر اسلام پہنچا ہے۔ مغرب نے عورت کو جو کچھ دیا ہے عورت رہتے ہوئے نہیں دیا بلکہ مرد بنا کر دیا ہے۔ عورت درحقیقت اب بھی اس کی نگاہ میں ویسی ہی ذلیل ہے جیسی پرانے دور جاہلیت میں تھی۔ گھر کی ملکہ، شوہر کی بیوی، بچوں کی ماں، ایک اصلی اور حقیقی عورت کے لیے اب بھی کوئی عزت نہیں۔ عزت اگر ہوتی ہے اس مرد مٹنٹ کے لیے ہے۔ جو جسمانی حیثیت سے تو عورت، مگر دماغی اور ذہنی حیثیت سے مرد ہو اور تمدن و معاشرت میں مرد ہی کا کام کرے۔ یہ انوثت کی عزت نہیں، رجولیت کی

عزت ہے۔ پستی اور دنائت کے احساس (Inferiority Complex) کا کھلا ہوا مظاہرہ یہ ہے کہ مغربی عورت مردانہ لباس فرز کے ساتھ پہنتی ہے، حالانکہ کوئی مرد زمانہ لباس نہیں کر سکتا۔ برسر عام آنے کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ بیوی بننا لاکھوں مغربی عورتوں کے نزدیک موجب ذلت ہے، حالانکہ شوہر بننا کسی مرد کے نزدیک ذلت کا موجب نہیں۔ مردانہ کام کرنے میں عورتیں محسوس کرتی ہیں، حالانکہ خانہ داری اور پرورش اطفال جیسے خالص زنانہ کاموں میں کوئی مرد عزت محسوس نہیں کرتا۔ پس بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ مغرب نے عورت کو بحیثیت عورت ہونے کے کوئی عزت نہیں دی ہے۔ یہ کام اسلام اور صراطِ اسلام نے سنبھالے ہیں کہ عورت کو تمدن و معاشرت میں اس کے فطری مقام ہی پر رکھ کر عزت و شرف کا مرتبہ عطا کیا، اور صحیح معنوں میں انوثت کے درجہ کو بلند کر دیا۔ اسلامی تمدن عورت کو عورت اور مرد کو مرد رکھ کر دونوں سے الگ الگ وہی کام لیتا ہے جس کے لیے فطرت نے اس کو بنایا ہے، اور پھر ہر ایک کو اس کی جگہ کی مناسبت سے عزت اور ترقی اور کامیابی کے یکساں مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ اس کی نگاہ میں انوثت اور رجولیت دونوں انسانیت کے ضروری اجزاء ہیں۔ تعمیر تمدن کے لیے دونوں کی اہمیت یکساں ہے۔ دونوں اپنے اپنے دائرے میں جو خدمات انجام دیتے ہیں وہ یکساں مفید اور یکساں قدر کے مستحق ہیں۔ نہ رجولیت میں کوئی شرف ہے نہ انوثت میں کوئی ذلت۔ جس طرح مرد کے لیے عزت اور ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ مرد ہے اور مردانہ خدمات انجام دے، اسی طرح عورت کے لیے بھی عزت اور ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ عورت رہے اور زنانہ خدمات انجام دے۔ ایک صالح نظام تمدن کا کام یہی ہے کہ وہ عورت کو اس کے فطری دائرہ عمل میں رکھ کر پورے انسانی حقوق دے، عزت اور شرف عطا کرے، تعلیم و تربیت سے ایسی

کمزن صلاحیتوں کو چمکائے، اور اسی دائرہ میں اس کے لیے ترقیوں اور کامیابیوں کی راہیں کھولے۔

تحفظات | یہ اسلامی نظام معاشرت کا پورا خاکہ ہے۔ اب آگے بڑھنے سے پہلے اس خاکے کی اہم خصوصیات کو پھر ایک نظر دیکھ لیجیے۔

(۱) اس نظام کا نشانہ یہ کہ اجتماعی ماحول کو حتی الامکان شہوانی ہنجاریات اور تحریکات سے پاک رکھا جائے، تاکہ انسان کی ذہنی و جسمانی قوتوں کو ایک پاکیزہ اور پرسکون فضا میں نشو و ارتقاء کا موقع ملے اور وہ اپنی محفوظ اور مجتمع قوت کے ساتھ تعمیر تمدن میں اپنے حصہ کا کام انجام دے سکے۔

(۲) ضمنی تعلقات تمام تر دائرہ ازدواج میں محدود ہوں اور اس دائرے کے باہر نہ صرف انتشار عمل کو روکا جائے، بلکہ انتشار خیال کا بھی امکانی حد تک سدباب کر دیا جائے۔

(۳) عورت کا دائرہ عمل مرد کے دائرہ سے الگ ہو۔ دونوں کی فطرت اور ذہنی و جسمانی استعداد کے لحاظ سے تمدن کی الگ الگ خدمات ان کے سپرد کی جائیں اور ان کے تعلقات کی تنظیم اس طور پر کی جائے کہ وہ جائز حدود کے اندر ایک دوسرے کے مددگار ہوں مگر حدود سے تجاوز نہ کر کے کوئی کسی کے کام میں خلل انداز نہ ہو سکے۔

(۴) خاندان کے نظم میں مرد کی حیثیت قوام کی ہو اور گھر کے تمام افراد صاحب خانہ کے تابع رہیں۔

(۵) عورت اور مرد دونوں کو پورے انسانی حقوق حاصل ہوں، اور دونوں کی ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع ہم ہنچائے جائیں، مگر دونوں میں سے کوئی بھی ان حدود سے تجاوز نہ کرے جو معاشرت میں اس کے لیے مقرر کر دی گئی ہیں۔

اس نقشے پر جس نظام معاشرت کی تائیس کی گئی ہے، اس کو چند ایسے تحفظات کی ضرورت ہے جن سے اس کا نظم اپنی جملہ خصوصیات کے ساتھ برقرار رہے تاکہ اس میں تحفظات تین قسم کے ہیں۔

اصلاح باطن
تقریری قوانین
اندادی تدابیر

یہ تینوں تحفظات نظام معاشرت کے مزاج اور اس کے مقاصد کی ٹھیک ٹھیک نسبت ملحوظ رکھ کر تجویز کیے گئے ہیں، اور مل جل کر اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اصلاح باطن کے ذریعہ سے انسان کی تربیت اس طور پر کی جاتی ہے کہ وہ خود بخود اس نظام معاشرت کی اطاعت پر آمادہ ہو، عام اس سے کہ خارج ہیں کوئی طاقت اس کو اطاعت پر مجبور کرنے والی ہو یا نہ ہو۔ تقریری قوانین کے ذریعہ سے ایسے جرائم کا سدباب کیا جاتا ہے جو اس نظام کو توڑتے اور اس کے ارکان کو منہدم کرنے والے ہیں۔ اندادی تدابیر کے ذریعہ سے اجتماعی زندگی میں ایسے طریقے رائج کیے گئے ہیں۔ جو سوسائٹی کے ماحول کو غیر طبعی ہیجانات اور مصنوعی تحریکات سے پاک کر دیتے ہیں۔ صنفی انتشار کے امکانات کو کم سے کم حد تک گھٹا دیتے ہیں۔ اخلاقی تعلیم سے جن لوگوں کی اصلاح باطن مکمل نہ ہوئی ہو اور جن کو تقریری قوانین کا خوف بھی نہ ہو ان کی راہ میں پٹریقے ایسی رکاوٹیں ڈال دیتے ہیں کہ صنفی انتشار کی جانب میلان رکھنے کے باوجود ان کے لیے عملی اقدام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں یہی وہ طریقے ہیں جو عورت اور مرد کے دائروں کو عملاً الگ کرتے ہیں۔ خاندان کے نظم کو اس کی صحیح اسلامی صورت پر قائم کرتے ہیں اور ان حدود کی حفاظت کرتے ہیں جو عورتوں اور مردوں کی

زندگی میں امتیاز قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لیے اسلام نے مقرر کی ہیں۔

یہاں ہمارا مقصد صرف انسدادی تدابیر ہی سے بحث کو ناہے لیکن تحفظات گناہ میں سے یہ آخری تحفظ پہلے دونوں تحفظات کے ساتھ ایک گہرا رطار رکھتا ہے، جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس لیے ہم اسی ترتیب کے ساتھ ان تینوں تحفظات کو بیان کریں گے۔

اصلاح باطن | اس سے پہلے ہم اس حقیقت کی طرف بار بار اشارہ کر چکے ہیں کہ اسلام میں

اطاعتِ امر کی بنیاد کلیۃً ایمان پر رکھی گئی ہے۔ جو شخص خدا اور اس کی کتاب اور اس کے

رسول پر ایمان رکھتا ہو وہی شریعت کے اوامر و نواہی کا مخی مطلب ہے، اور اس کو اوامر کے

انتقال اور نواہی سے اجتناب پر آمادہ کرنے کے لیے صرف اتنا معلوم ہو جانا کافی ہے کہ

ظلم امر خدا کا امر ہے اور ظلمال نہیں خدا کی نہیں ہے۔ پس جب ایک مومن کو خدا کی کتاب سے

یہ معلوم ہو جائے کہ افشائش اور بدکاری سے منع کرتا ہے تو اس کے ایمان کا اقتضا یہی ہے

کہ وہ اس سے پرہیز کرے اور اپنے دل کو بھی اس کی طرف مائل ہونے سے پاک رکھے! اسی

طرح جب ایک مومن عورت کو یہ معلوم ہو جائے کہ افشا اور اس کے رسول نے معاشرت میں

اس کے لیے کیا حیثیت مقرر کی ہے تو اس کے بھی ایمان کا اقتضا یہی ہے کہ وہ برضا و رغبت

اس حیثیت کو قبول کرے، اور اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ اس لحاظ سے زندگی کے دوسرے

شعبوں کی طرح اخلاق اور معاشرت کے دائرے میں بھی اسلام کے صحیح اور کامل اتباع کا مدار

ایمان پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اخلاق اور معاشرت کے تعلق ہدایات دینے سے

پہلے ایمان کی طرف دعوت دی گئی ہے اور دلوں میں اس کو راسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ تو اصلاح باطن کا وہ اساسی ذریعہ ہے جس کا تعلق صرف اخلاقیات ہی سے نہیں بلکہ پورے

نظامِ اسلامی سے ہے اس کے بعد خاص کر اخلاق کے دائرے میں اسلام نے تعلیم و تربیت کا

ایک نہایت حکیمانہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ جس کو مختصر ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

پہلے اشارہ یہ کہا جا چکا ہے کہ زنا اور چوری اور جھوٹ اور تمام دوسرے معاصی جن کا ارتکاب فطرتِ حیوانی کے غلبہ سے انسان کرتا ہے، سب کے سب فطرتِ انسانی کے خلاف ہیں قرآن ایسے تمام افعال کو منکر کے تعبیر کرتا ہے جن کا عقلی ترجمہ مجہول "یا غیر معروف" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایسے افعال ہیں جن سے فطرتِ انسانی آشنا نہیں ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جب انسان کی فطرت ان سے نا آشنا ہے، اور حیوانی طبیعت اس پر زبردستی هجوم کر کے اس کے ان افعال کے ارتکاب پر مجبور کرتی ہے، تو خود انسان ہی کی فطرت میں کوئی ایسی چیز بھی ہونی چاہیے جو تمام منکرات سے نفرت کرنے والی ہو شارعِ حکیم نے اس چیز کا پتہ چلا لیا ہے، وہ اس کو حیاء سے تعبیر کرتا ہے۔ حیاء کے معنی شرم کے ہیں۔ اسلام کی مخصوص اصطلاح میں حیاء سے مراد وہ شرم ہے جو کسی امر منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ یہی حیاء وہ قوت ہے جو انسان کو خوشاوار اور منکر کا اقدام کرنے سے روکتی ہے اور اگر وہ جلتِ حیوانی کے غلبہ سے کوئی برائے فعل کر گزرتا ہے تو یہی چیز اس کے دل میں پھکیاں لیتی ہے، اسلام کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیاء کے اسی چھپے ہوئے ماوے کو فطرتِ انسانی کی گہرائیوں سے نکال کر علم و معرفت کی خدا سے اس کی پرورش کرتی ہے۔ اور ایک مضبوط حاسنہ اخلاقی بنا کر اس کو نفسِ انسانی میں ایک کو تو ال کی حیثیت سے تعین کر دیتی ہے۔ بیٹھیک ٹھیک اس حدیث نبوی کی تفسیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ۔ لکل دین تخلیق و خلق الاسلام الحیاء۔ "ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے، اور اسلام کا خلق حیاء ہے" اور وہ حدیث بھی اسی مضمون پر روشنی ڈالتی ہے جس میں سرکارِ رساتماب نے فرمایا ہے کہ اذا لم تستح فاصنع ما شئت۔ "اگر تجھ میں حیاء نہیں ہے تو

جو تراجی چاہے کڑا۔ کیونکہ جب حیا نہ ہوگی تو خواہش جس کا مبداءِ جبلتِ جوانی ہے، تجھ پر غالب آجائے گی، اور کوئی مُشکر تیرے لیے مُشکر ہی نہ رہے گا۔

انسان کی فطری حیا ایک ایسے اُن گھڑاؤ سے کی حیثیت رکھتی ہے جس نے ابھی کوئی صورت اختیار نہ کی ہو۔ وہ تمام مُشکرات سے بالطبع نفرت تو کرتی ہے، مگر اس میں سمجھ بوجھ نہیں ہے؛ اس وجہ سے وہ نہیں جانتی کہ کسی خاص فعلِ مُشکر سے اس کو کس لیے نفرت ہے۔ یہی نادانستگی رفتہ رفتہ اس کے احساسِ نفرت کو کمزور کر دیتی ہے حتیٰ کہ جو انیت کے غلبہ سے انسان مُشکرات کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور اس ارتکاب کی مارت آخر کار حیا کے احساس کو بالکل باطل کر دیتی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم کا مقصد اسی نادانی کو دور کرنا ہے۔ وہ اس کو نہ صرف کھلے ہوئے مُشکرات سے روشناس کراتی ہے، بلکہ نفس کے چور خانوں تک میں نیشوں اور ارادوں اور خواہشوں کی جو برائیاں چھپی ہوئی ہیں، ان کو بھی اس کے سامنے نمایاں کر دیتی ہے، اور ایک ایک چیز کے مفصلوں سے اس کو خبردار کرتی ہے تاکہ وہ علیٰ وجہ البصیرت اس سے نفرت کرے۔ پھر اخلاقی تربیت اس تعلیم یافتہ شرم و حیا کو اس قدر حساس بنا دیتی ہے کہ مُشکر کی جانب ادنیٰ سے ادنیٰ میلان بھی اس سے مخفی نہیں رہتا، اور نیت و خیال کی فدا اسی لغزش کو بھی وہ تیبہ کیے بغیر نہیں چھوڑتی۔

اسلامی اخلاقیات میں حیا کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے چھوٹا ہوا نہیں ہے۔ تمدن و معاشرت کا جو شعبہ انسان کی صنفی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اس میں بھی اسلام نے اصلاحِ اخلاق کے لیے اسی چیز سے کام لیا ہے۔ وہ صنفی معاملات میں نفسِ انسانی کی نازک سے نازک چوریوں کو پکڑ کر حیا کو ان کی خبردار کرتا ہے، اور ان کی شرمانی پر مامور کر دیتا ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں اس لیے ہم صرف چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

قانون کی نظر میں زنا کا اطلاق صرف جسمانی اتصال پر ہوتا ہے۔ مگر اخلاق کی نظر میں دائرہ از دواج کے باہر صرف مقابل کی جانب ہر میلان، ارادے اور نیت کے اعتبار سے زنا ہے۔ اجنبی کے حسن سے آنکھ کا لطف لینا، اس کی آواز سے کانوں کا لذت یاب ہونا، اس کے گفتگو کرنے میں زبان کا لوج کھانا، اس کے کوچے کی خاک چھاننے کے لیے قدموں کا بار بار اٹھنا، یہ سب زنا کے مقدمات اور خود معنی زنا ہیں۔ قانون اس زنا کو نہیں پکڑ سکتا۔ یہ دل کا چور ہے اور صرف دل ہی کا قوال اس کو گرفتار کر سکتا ہے۔ چٹ نبوی اس چور کی مخبری اس طرح کرتی ہے۔

العینان تزنیان و زناهما النظر فتح الیما
 طیلدان تزنیان و زناهما البطش
 اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا دست دراز
 ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا
 باہر یا مصریہ عن غضا بصر۔
 اس راہ میں چلنا ہے۔

و زنا اللسان المنطق و النفس
 و الرجال تزنیان و زناهما المشی ابوداؤد
 اور زبان کی زنا گفتگو ہے اور نفس تننا اور خواہش
 کرتا ہے۔ آخر میں شرکاء یا تو ان سب کی تصدیق
 کر دیتی ہے یا تکذیب۔
 ویکذیہ۔ (بخاری۔ باب زنا الجوارح)۔

نفس کا سب سے بڑا چور شرکاء ہے، اس لیے قرآن اور حدیث دونوں رب سے پہلے
 اسی کی گرفت کرتے ہیں، قرآن کہتا ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ
 وَيَحْفَظُوا أَرْوَاحَهُمْ ذَلِكُمْ أَنْزَلْنَا
 اِنَّ اللّٰهَ حَبِيْرٌۢ بِيْمَا يَفْعَلُوْنَ - وَقُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
 اے نبی مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو
 (غیر عورتوں کی دید سے) بازرکھیں اور اپنی شرکاء ہوں
 کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ

يَقْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ - (النور: ۳۱) -
ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔ اور اسے نبی مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ اپنی

نگاہوں کو (غیر مردوں کی دید سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

حدیث میں ہے :-

ابن ادم لك اول نظرة واياك والثانية (الخصاص)
اسے ابن آدم تیرے لیے پہلی نظر کی اجازت ہے۔
مگر خبردار دوسری نظر نہ ڈالنا۔

حضرت علی سے فرمایا :-

يا علي لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولى وليس لك الاخره -
اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈال
پہلی نظر تو معاف ہے، مگر دوسری نظر
(ابوداؤد - باب ما یومر بہ عن غض البصر) نہیں۔

حضرت جابر نے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں۔ فرمایا فوراً نظر پھیر لو۔
(ابوداؤد باب مذکور)۔

اسی فتنہ نظر کا ایک شاخسانہ وہ بھی ہے جو عورت کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا
ہے کہ اس کا حسن دیکھا جائے۔ یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی۔ دل کے چول

میں کہیں نہ کہیں نمائشِ حن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے، اور وہی لباس کی زینت میں، بالوں

کی آرائش میں، باریک اور شوخ کپڑوں کے انتخاب میں اور ایسے ایسے خفیف جڑنیات

تک میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے جن کا اعاطہ ممکن نہیں۔ قرآن نے ان سب کے لیے ایک جامع

لفظ استعمال کیا ہے۔ تبرج جاہلیہ۔ ہر وہ زینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے

سواد و سروں کے لیے لذت نظر بننا ہو، تبرج جاہلیت کی تعریف میں آجاتا ہے۔ اگر برقع

بھی اس غرض کے لیے خوبصورت اور خوش رنگ اختیار کیا جائے کہ نگاہیں اس سے لڑتے
 یاب ہوں تو یہ بھی تبرج جاہلیت ہے۔ اس کے لیے کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کا
 تعلق عورت کے اپنے ضمیر سے ہے۔ اُس کو خود ہی اپنے دل کا حساب لینا چاہیے کہ اس میں
 کہیں یہ ناپاک جذبہ تو چھپا ہوا نہیں ہے۔ اگر ہے تو وہ اس حکم خداوندی کی مخاطب ہے کہ
 وَلَا تَبْرَجْنَ تَبْرُجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (الاحزاب: ۴) جو آرائش مہربری نیت سے
 پاک ہو، وہ اسلام کی آرائش ہے۔ اور جس میں ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو وہ
 جاہلیت کی آرائش ہے۔

شیطان نفس کا ایک دوسرا خطرناک اہنٹ زبان ہے۔ کتنے ہی فتنے ہیں جو زبان
 کے ذریعہ سے پیدا ہوتے اور پھیلتے ہیں۔ مرد اور عورت بات کر رہے ہیں۔ کوئی بڑا جذبہ نہیں
 نہیں ہے۔ گردل کا چھپا ہوا چور آواز میں حلاوت، لہجے میں لگاوٹ، باتوں میں گھلاوٹ
 پیدا کیے جا رہے ہیں۔ قرآن اس چور کو کڑھ لیتا ہے۔

إِنَّ الْتَقِيَّتَ فَلَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعُ
 الَّذِي فِي خَلْبِهِ مَرْضٌ وَقَلْنَ قَوْلًا
 مَعْرُوفًا۔ (الاحزاب: ۴)۔

اگر تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے تو وہی زبان سے
 بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں (بدنیتی کی) بیماری
 ہوگی وہ تم سے کچھ امیدیں وابستہ کرنے گا۔ بات کر دو

تو سیدھے سادے طریقہ سے کرو، (جس طرح انسان انسان سے بات کیا کرتا ہے)۔

یہی دل کا چور ہے جو دوسروں کے جائز یا ناجائز ضمنی تعلقات کا حال بیان کرنے
 میں بھی مزے لیتا ہے اور سننے میں بھی۔ اسی لطف کی خاطر عشق و محبت کے افسانے جھوٹ سچ
 ملاکر جگہ جگہ بیان کیے جاتے ہیں اور سوسائٹی میں ان کی اشاعت اس طرح ہوتی ہے جیسے
 پونے پونے آج لگتی چلی جاتی ہے۔ قرآن اس پر بھی تنبیہ کرتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (النور: ۲۰)۔
 جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں نجائی کی اشاعت ہو ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔

فقہ زبانی کے اور بھی بہت سے شعبے ہیں۔ اور ہر شعبہ میں دل کا ایک نہ ایک چوراہا کام کرتا ہے۔ اسلام نے ان سب کا سراغ لگایا ہے اور ان سے خبردار کیا ہے۔

عورت کو اجازت نہیں کہ اپنے شوہر سے دوسری عورتوں کی کیفیت بیان کرے۔
 لَا تَبْأَشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ حَتَّى تَصِفَهَا ۚ عورت عورت سے خلا ملا نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی لڑکھائی کا ثبوت دے۔ (ترمذی باب کیفیت اپنے شوہر سے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ ماجاء فی کراہیۃ مباشرة المرأة بالمرأة) خود اس کو دیکھ رہا ہے۔

عورت اور مرد دونوں کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ اپنے پوشیدہ ازدواجی معاملات کا حال دوسرے مردوں کے سامنے بیان کریں، کیونکہ اس سے بھی فحش کی اشاعت ہوتی ہے اور دلوں میں شوق پیدا ہوتا ہے۔ (ابوداؤد۔ باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یكون من اصابته۔ اہلہ)۔

نماز باجماعت میں اگر امام غلطی کرے، یا اس کو کسی حادثہ پر متنبہ کرنا ہو تو مردوں کو سب سے اشد کئے کا حکم ہے۔ مگر عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ صرف دستک دیں زبان سے کچھ نہ بولیں۔ (ابوداؤد باب التصفیق فی الصلوۃ۔ و بخاری باب التصفیق للنساء)۔
 بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے، مگر دوسری حرکات سے سامعہ کو متاثر کیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے، اور اسلام اس کی بھی ممانعت کرتا ہے۔
 وَلَا یَضْرِبَنَّ بِأَرْجُلِهِنَّ لِیَعْلَمَنَّ مَا یُخْفِينَ ۚ اور وہ اپنے پاؤں زمین پر نہ مارے کہ جو نیت

مِنْ ذَيْنْتِهِنَّ (۲۲:۴)۔ انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا حال معلوم ہو۔

خوشبو بھی ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک نفس شریک کا پیغام دوسرے نفس شریک تک پہنچاتے ہیں یہ خبر سانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے جس کو دوسرے خفیہ سمجھتے ہیں، مگر اسلامی حیا راتنی حساس ہے کہ اس کی طبع نازک پر یہ لطیف ٹھیک بھی لگوانے وہ ایک مسلمان عورت کو اس کی اجازت نہیں دیتی کہ خوشبو میں بے ہوشے کپڑے پہن کر راستوں سے گزرے یا محفلوں میں شریک ہو، کیونکہ اس کا حن اور اس کی زینت پوشیدہ بھی ہو تو کیا فائدہ۔ اس کی عطریت تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَعَطَرْتِ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَحْيِ كَذَا وَكَذَا يَعْنِي زَانِيَةً (ترمذی باب ما جاء في كراهية خروج المتعطر)

گائے اور کسی مجلس سے گزرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے، یعنی زانیہ۔

اذ اشهدت احدا كن المَسْجِدَ فَلَا تَسْنَنِي طيباً۔ (موطاء و مسلم)

جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔

طيب الرجال ما طهر ريحه و خفي لونه و طيب النساء ما طهر لونه و خفي ريحه (ترمذی باب ما جاء في طيب الرجال و النساء۔ و ابوداؤد۔ باب ما يكره من ذكر الرجل ما يكون من اصابته اهله)۔

مردوں کے لیے وہ عطر بہتر ہے جس کی خوشبو نمایاں اور زنگ نغنی ہو۔ اور عورتوں کے لیے وہ عطر بہتر ہے جس کا زنگ نمایاں اور خوشبو مخفی ہو۔

ستر عورت کے باب میں اسلام نے انسانی شرم و حیا کی جس قدر صحیح اور مکمل نفسیاتی تعبیر کی ہے اس کا جواب دنیا کی کسی تہذیب میں نہیں پایا جاتا۔ آج دنیا کی مہذب ترین قوموں

کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے مردوں اور ان کی عورتوں کے اپنے جسم کا کوئی حصہ کھول دینے میں باک نہیں۔ ان کے ہاں لباس محض زینت کے لیے ہے۔ ستر کے لیے نہیں ہے۔ مگر اسلام کی نگاہ میں زینت سے زیادہ ستر کی اہمیت ہے۔ وہ عورت اور مرد دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لیے مصنفی کشش پائی جاتی ہے۔ عریانی ایک ایسی ناشایستگی ہے جس کو اسلامی حیا کسی حال میں بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ غیر تو غیر اسلام اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ میاں اور بیوی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہوں۔

اذا اتى احدكم اهله فليسترو ولا يتجردا يتجرد العيين (ابن ماجہ، باب التستر عند الجماع)

جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کو چاہیے کہ ستر کا لحاظ رکھے۔ بالکل گدھوں کی طرح ننگا نہ ہو جائے۔

قالت عائشه ما نظرت الى فوج رسول الله صلعم قط - (شمائل الترمذی، باب ما جاء في حياء رسول الله صلعم)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا۔

اس سے بڑھ کر شرم و حیا یہ ہے کہ تنہائی میں بھی عریاں رہنا اسلام کو گوارا نہیں دے گا۔

قال الله احق ان يستحي منه "ان الله اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔"

(ترمذی، باب حفظ العورة)۔ حدیث میں آتا ہے کہ:-

ايياكم لا تعري فان معكم من لا يفارق الا عند الغائط وحين يقضي الرجل الى اهله - فاستحيوهم واكمؤهم (ترمذی، باب ما جاء في الاستتار عند الجماع)

خبردار کبھی برہنہ نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ خدا کے فرستے گئے ہوئے ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے بخیران اوقات جن میں تم رفع حاجت کرتے ہو یا اپنی بیویوں کے پاس جاتے ہو لہذا تم ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کا لحاظ رکھو

اسلام کی نگاہ میں وہ لباس و حقیقت، لباس ہی نہیں جس میں سے بدن چھلکے

اور ستر نمایاں ہو۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نسباً
كاسيات عاريات مميلات ما يلات
رؤسهن كالبغث المائلة لا يدخلن الجنة
ولا يعبدن ربيهما (مسلم باب النساء الكاسيات
العاريات)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسباً یا مکہ
جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی تنگی ہوں اور دوسری
کو رجائیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن
ڈیڑھی کر کے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل ہوں
گی بلکہ اس کی خوشبو بھی نہ پائیں گی۔

یہاں امتیاب مقصود نہیں، ہم نے صرف چند مثالیں اس غرض سے پیش کی ہیں کہ
ان سے اسلام کے معیار اخلاق اور اس کی اخلاقی اسپرٹ کا اندازہ ہو جائے، اسلام سوسائٹی کے
ماحول اور اس کی فضا کو فحشاء و منکر کی تمام تحریکات سے پاک کر دینا چاہتا ہے۔ ان تحریکات کا
سرچشمہ انسان کے باطن میں ہے، فحشاء و منکر کے جراثیم وہیں پرکوش پاتے ہیں، اور وہیں سے
ان چھوٹی چھوٹی تحریکات کی ابتدا ہوتی ہے جن کو جاہل انسان خفیف سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے،
مگر حکیم کی نگاہ میں دراصل وہی اخلاق اور تمدن و معاشرت کو تباہ کر دینے والی خطرناک بیماریوں
کی جڑیں۔ لہذا اسلام کی تعلیم اخلاق باطن ہی میں جارا کا اتنا زبردست احساس پیدا کر دینا
چاہتی ہے کہ انسان خود اپنے نفس کا احتساب کرتا رہے، اور برائی کی جانب ادنیٰ سے ادنیٰ
سیلان بھی اگر پایا جائے تو وہ اس کو محسوس کر کے آپ ہی اپنی قوت ارادی سے اس سے
استیصال کر دے۔ (باقی)۔